جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۲۵)

(گزشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ، حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ، وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ، وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ. مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ، ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ، وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ، وَاللّٰهُ

اللہ نے (اپنی مدد کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا، وہ تو اُس وقت اُس نے پورا کر دیا، جب تم اللہ کے اذن[۲۲۳] سے اُن کو تہ تیغ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ خود تم نے کمزوری دکھائی اور حکم کی تعمیل میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور اُس چیز کو دیکھنے کے بعد (پیغمبر کی) نافرمانی کی جس کے تم آرزومند تھے۔ (یہ حقیقت ہے کہ) تم میں کچھ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کے۔ (چنانچہ) اللہ نے (اِس فتح کے بعد) پھر تمھارا رخ اُن سے پھیر دیا تاکہ تمھاری آزمایش کرے[۲۲۴]، (اِس لیے کہ جو لوگ دنیا کے طالب ہیں، وہ تم سے چھٹ

---

[۲۲۳] اصل میں 'بـاذنہ' کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ جنگ کا جو غیر معمولی نتیجہ پہلے مرحلے میں سامنے آیا، وہ محض تمھاری قوت و تدبر سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے آیا تھا۔

[۲۲۴] یہ اس ابتلا کی طرف اشارہ ہے جو احد کے موقع پر مسلمانوں کو پیش آیا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"... تمام ارباب سیر متفق ہیں کہ اس جنگ میں مسلمانوں کا ابتدائی حملہ بہت کامیاب رہا۔ انھوں نے دشمن پر

ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ، وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ، فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ، وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ، وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

کر الگ ہو جائیں)۔ اور حق یہ ہے کہ اُس نے پھر بھی تمھیں معاف ہی کر دیا[۲۲۵] اور اللہ مسلمانوں پر بڑی عنایت فرمانے والا ہے۔۱۵۲

یاد کرو، جب تم بھاگے جا رہے تھے[۲۲۶] اور کسی کو مڑ کر دیکھ بھی نہیں رہے تھے اور اللہ کا پیغمبر تمھیں پیچھے سے پکار رہا تھا تو اللہ نے تم کو غم پر غم پہنچایا[۲۲۷] اِس لیے کہ (اِس امتحان سے گزرنے کے بعد آیندہ) کسی چیز کے ہاتھ سے جانے اور کسی مصیبت کے آنے پر تم رنجیدہ خاطر نہ ہو،[۲۲۸] اور (یاد رکھو کہ) جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے باخبر ہے۔۱۵۳

غلبہ پا لیا تھا، لیکن ایک دستہ جو ایک اہم درے کی حفاظت پر مامور تھا اور جس کو حضور کی طرف سے ہدایت تھی کہ وہ کسی حال میں بھی اپنی جگہ کو نہ چھوڑے، قبل از وقت اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے پر مصروف ہو گیا۔ صرف تھوڑے سے آدمی اس دستے کے اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اس چیز سے دشمن کے ایک دستے نے فائدہ اٹھایا اور کاوا لگا کر اس نے پشت سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور یہ حملہ ایسا اچانک اور کامیاب ہوا کہ مسلمان اوسان کھو بیٹھے۔''

(تدبر قرآن ۲/ ۱۹۳)

[۲۲۵] یعنی غلطی تو تم نے ایسی کی تھی کہ اس پر تمھیں سزا ملتی، لیکن اللہ کی عنایت ہے کہ اس نے تم کو معاف کر دیا اور دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے محض ایک ابتلا سے گزارنے کے بعد سلامتی سے گھروں کو واپس آ جانے کا موقع فراہم کر دیا۔

[۲۲۶] اصل میں لفظ 'اصعاد' آیا ہے۔ اس کے معنی کسی چڑھائی کی سمت میں جانے کے ہیں۔ اسی سے 'اصعد فی العدو' کا محاورہ نکلا ہے، جس میں کسی سمت میں منہ اٹھا کر بھاگ کھڑے ہونے کے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔

[۲۲۷] اصل میں 'غمًّا بغمٍّ' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'ب'، تلبس کے مفہوم میں ہے۔ یعنی پہلے شکست کا غم پیش آیا، پھر اس کے ساتھ ہی لپٹا ہوا ایک دوسرا غم بھی سامنے آ گیا۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَۃً نُّعَاسًا، یَّغۡشٰی طَآئِفَۃً مِّنۡکُمۡ، وَطَآئِفَۃٌ قَدۡ اَھَمَّتۡھُمۡ اَنۡفُسُھُمۡ، یَظُنُّوۡنَ بِاللّٰہِ غَیۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاھِلِیَّۃِ، یَقُوۡلُوۡنَ: ھَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَیۡءٍ، قُلۡ: اِنَّ الۡاَمۡرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ، یُخۡفُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ مَّا لَا یُبۡدُوۡنَ

اِس غم کے بعد پھر اللہ نے تم پر اطمینان نازل فرمایا، ایک ایسی نیند کی صورت میں جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی اور کچھ وہ تھے کہ جنھیں اپنی جانوں کی پڑی تھی[۲۲۹]۔ وہ خدا کے متعلق بالکل خلاف حقیقت جاہلیت کے گمانوں میں مبتلا ہو رہے تھے[۲۳۰]۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ان معاملات میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟ (اِن سے) کہہ دو کہ تمام معاملات اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں وہ کچھ چھپائے ہوئے

وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

’’... ہمارے نزدیک اس غم سے مراد وہ غم ہے جو اس دوران میں مسلمانوں کو کفار کی اڑائی ہوئی اس افواہ سے پہنچا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید کر دیے گئے۔ اس افواہ کا ذکر تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں بھی ہے اور قرآن کی اس آیت سے بھی اس کا اشارہ نکلتا ہے۔ اس لیے فرمایا ہے کہ تم اس طرح بگ ٹٹ بھاگے چلے جا رہے تھے کہ تمھیں اپنے دہنے بائیں کا بھی ہوش نہیں رہا تھا کہ تم ذرا مڑ کے دیکھ سکتے کہ کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے، یہاں تک کہ اس رسول کی طرف بھی تم نے توجہ نہیں کی جو تمھارے پیچھے سے تمھیں برابر پکارتا رہا کہ اللہ کے بندو، میری طرف آؤ۔ اس کے بعد 'ف' کے ساتھ، جو عربی میں نتیجہ کے بیان کے لیے آتی ہے، اس غم کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ یہ غم پیغمبر کی ذات ہی سے متعلق ہوگا تاکہ پیغمبر کی جو ناقدری ان سے صادر ہوئی ہے، اس پر ان کو تنبیہ کی جائے۔‘‘ (تدبر قرآن ۲/ ۱۹۳)

[۲۲۸] مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے ابتلا اور مصیبتوں سے گزر کر یہ حقیقت تم پر واضح ہو جائے کہ دنیا اصلاً کھونے اور پانے کی نہیں، بلکہ امتحان کی جگہ ہے، لہٰذا اس میں پیش آنے والے ہر حادثے کو اسی زاویۂ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ اس کے بعد توقع ہے کہ تمھارے اندر وہ مایوسی اور دل شکستگی کبھی پیدا نہ ہوگی جو انسان کے عزم و حوصلہ کو ختم کر دیتی ہے اور تم ہمیشہ پابرجا رہو گے۔

[۲۲۹] یعنی اگرچہ دشمن جا چکا تھا، لیکن جیسا کہ روایتوں میں بیان ہوا ہے، اپنے خوف اور بزدلی کی وجہ سے وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ معلوم نہیں کس وقت وہ دوبارہ ان پر آ پڑے۔

لَكَ، يَقُوْلُوْنَ: لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ، مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا، قُلْ: لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ، وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ، وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ، اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ

ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اس معاملے میں ہمارا کوئی دخل ہوتا تو ہم یہاں اس طرح مارے نہ جاتے۔[۲۳۱] کہہ دو کہ اگر تم گھروں میں ہوتے تو جن کے لیے قتل ہونا لکھا تھا، وہ اپنی قتل گاہوں تک پہنچ کر رہتے۔ (لہٰذا اس بات کو ایک مرتبہ پھر اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ سب محض اِس لیے ہوا کہ اللہ تمھیں الگ الگ کرے)[۲۳۲] اور تمھارے سینوں میں جو کچھ چھپا ہوا ہے، اُس کو پرکھے اور تمھارے دلوں کے کھوٹ چھانٹ دے، اور (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ دلوں کو جانتا ہے۔۱۵۴

تم میں سے جو لوگ دونوں گروہوں کی مڈبھیڑ کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے،[۲۳۳] اُن کی اِس لغزش کا سبب یہ تھا کہ اُن کے گناہوں کی شامت سے شیطان نے اُن کے قدم ڈگمگا دیے تھے۔[۲۳۴] (تاہم) اللہ نے اُنھیں

---

[۲۳۰] اصل الفاظ ہیں: ’یظنون باللّٰہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ‘۔ ان میں ’ظن الجاھلیۃ‘ ’غیر الحق‘ کی وضاحت ہے اور اس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ ان کی بزدلی کی وجہ یہ ہے کہ ان کے سوچنے کا انداز اب تک وہی ہے جو اسلام کی نعمت سے بہرہ یاب ہونے سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں تھا۔

[۲۳۱] ان کا خیال تھا کہ اس جنگ کے بارے میں پیغمبر استبداد اور خود رائی سے کام نہ لیتے اور مدینہ کے اندر محصور رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی جو تجویز پیش کی گئی تھی، اسے مان لیتے تو یہ افسوس ناک صورت حال پیش نہ آتی جو اس وقت آئی ہے۔

[۲۳۲] اصل میں ’ولیبتلی اللّٰہ ما فی صدورکم‘ کے جو الفاظ آئے ہیں، ان میں عطف کی واو دلیل ہے کہ یہ پوری بات یہاں عربیت کے اسلوب پر حذف ہے۔

[۲۳۳] یعنی احد کے دن، جب بعض کمزور قسم کے مسلمان عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کی شرارتوں سے متاثر ہو گئے تھے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

مَا كَسَبُوْا، وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

معاف کر دیا۔ بے شک، اللہ بخشنے والا ہے، وہ بڑا بردبار ہے۔۱۵۵

---

[۲۳۴] یہ قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ ان کی کچھ پچھلی غلطیاں تھیں جن کے سبب سے شیطان انھیں گم راہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''... گناہ سے گناہ جنم لیتا ہے اور شیطان کے داؤں انھی لوگوں پر زیادہ آسانی سے کارگر ہوتے ہیں جن کے اندر گناہ کی کوئی جڑ موجود ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ جب آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو دل میں جگہ نہ پکڑنے دے، بلکہ استغفار اور توبۂ نصوح کے ذریعے سے اس کا استیصال کر دے۔'' (تدبر قرآن ۲/۱۹۷)

[باقی]

---

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net